قاری محمد عادل خان

# عربی زبان کی وسعت و جامعیت

زبان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت اور اس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ یہ ما فی الضمیر کی ادائیگی کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔
دنیا میں بے شمار زبانیں بولی جاتی ہیں اور ان میں باہم اختلاف بھی ہے۔ لیکن اس اختلاف میں عقل و خرد سے بہرہ مند افراد کے لیے ایک طرح کی رہنمائی بھی ہے۔ ہر زبان کچھ نہ کچھ خصوصیت رکھتی ہے۔ عربی زبان سمندر کی طرح گہری اور بے کراں ہے۔ اس میں خدائے قدیر نے اپنی آخری مقدس کتاب نازل فرمائی۔

## وسعت

بعض مستشرقین عربی زبان کو محدود اور سمٹا ہوا سمجھتے ہیں۔ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ جو زبان اپنی آغوش میں اظہار و تبیین کی بے پناہ صلاحیتیں رکھتی ہے وہ محدود اور سمٹی ہوئی کیسے ہو سکتی ہے؟
یہ دعویٰ کہ عربی زبان تمام زبانوں سے زیادہ ثروت مند اور وسیع ہے کہاں تک صحیح ہے؟
اس کے جواب میں صحاح جوہری کے چالیس ہزار الفاظ اور لسان العرب اور قاموس کے ساٹھ ہزار مادے پیش کیے جا سکتے ہیں۔ عربی زبان کے الفاظ کا یہ حیرت انگیز دائرہ ایک کروڑ بیس لاکھ پانچ ہزار چار سو بارہ تک پہنچ جاتا ہے۔

## مترادفات

کسی بھی زبان کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے پاس مترادفات کا ایک عظیم ذخیرہ ہو۔ عربی زبان اس خوبی سے مالا مال ہے۔ اس میں مترادفات اور اضداد کی اس قدر کثرت ہے کہ کسی دوسری زبان میں شاید ہی ہو۔ مزید برآں دین اسلام کی اشاعت سے ایک ایسا عظیم ذخیرۂ الفاظ ہاتھ آیا جس

سے عربی زبان میں مزید مترادفات داخل ہو گئے ۔

## حقائق نمائی

عربی زبان کا نہایت حیرت انگیز کمال یہ ہے کہ ہر لفظ اپنے معنی کے ساتھ ایک نظم اور مناسبت رکھتا ہے اور اپنے حقائق فوراً کھول دیتا ہے ۔ اس لحاظ سے عربی ایک ناطق زبان ہے اور باقی سب زبانیں اس کے مقابلے میں گونگی ہیں جو اپنے معنی کو ایسے الفاظ سے ظاہر کرتی ہیں جن میں آواز کے زیر و بم کے سوا حقیقت کی جھلک دکھائی نہیں دیتی ۔ مثال کے طور پر تعلیم و تعلم اور درس و تدریس ہی کے الفاظ کو لیجیے ۔ یہ ایسے الفاظ ہیں کہ روزمرہ کی بات چیت میں ہر کہ و مہ کی زبان پر چڑھے ہوئے ہیں ۔ پھر ان کا مفہوم ایسا ہمہ گیر ہے کہ دنیا کی تاریخ میں ایسا کوئی زمانہ نہیں گزرا جب ان کا مفہوم افراد بنی آدم کے پیش نظر نہ ہو ۔ صنعت ہو یا حرفت ، علم ہو یا فن ، اعضا و جوارح سے تعلق ہو یا ذہن و حافظہ سے ، کسی نہ کسی شکل میں تعلیم و درس کا مفہوم ہر قرن اور ہر دور میں موجود رہا ہے ۔ اسی لیے ہر زبان جو بولی گئی یا بولی جاتی ہے ، اس میں اس مفہوم کے لیے ایک نہ ایک لفظ موجود ہے ۔ لیکن عربی زبان کا لفظ جس طرح اپنی حقیقت کو کھولتا ہے اسے دیکھ کر نہ صرف دوسری زبانوں کو گونگ کہنا پڑتا ہے بلکہ حیرت ہوتی ہے کہ انسان نے ایسے حقیقت نما الفاظ کیسے وضع کر لیے ۔

تعلیم و تعلم کا مادّہ عین لام میم اور درس و تدریس کا مادّہ دال را اور سین ہے ۔ عربی کا قاعدہ ہے کہ مادّہ کو ہمیشہ حروف مفرد کی صورت میں لکھا اور بولا جاتا ہے ۔ اس کی ترکیبی شکل نہ تحریر میں آتی ہے نہ بیان میں ۔ اب ان مفرد حروف کو ترکیبی شکل میں لایا جاتے تو علم یا علم کی صورت حاصل ہو گی ۔ علم کے معنی نقش و نشان کے ہیں جسے ہر شخص جانتا ہے اب یہی مادّہ اختلافِ حرکت کے ساتھ "علم" میں صورتِ ترکیبی اختیار کیے ہوئے ہے ، سمجھنے اور سمجھانے کے لیے اس لفظ کا ترجمہ جاننا کر دیا جاتا ہے لیکن ایک گہری نظر اس کی حقیقت علمی کو سامنے لے آتی ہے ۔

## لفظ علم کا فلسفہ

فلاسفہ اس بات پر متفق رہے ہیں کہ انسان کا ذہن ایک آئینے کی طرح ہے ۔ جو چیز بھی اس کے سامنے آئے گی

اس کا نقش اس میں آجائے گا۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ اس آئینے میں صرف محسوسات کی صورت نمائی ہوتی ہے مگر ذہن کے آئینے میں معقول اور محسوس دونوں کی تصویر کھنچ جاتی ہے۔

حکما کا اس قول میں اختلاف ہے کہ علم حصولِ صورت کا نام ہے یا صورتِ حاصلہ کا۔ لیکن ذہن میں صورت کا انتقاش سب کے نزدیک ایک مسلمہ مسئلہ ہے۔ وہ شخص کتنا باخبر تھا جس نے علم کا سہ حرفی لفظ وضع کر کے اتنے بڑے دقیق فلسفیانہ مسئلہ کی طرف ایک اشارہ کر دیا۔

مادّہ عین لام اور میم کی دلالت نشان اور نقش پر کیوں کر ہوئی اس کے لیے صفاتِ حروف پر ایک نظر ڈالیے:

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| (ع) | مجہورہ | متوسطہ | مستفلہ | منفتحہ | مصمتہ |
| (ل) | " | " | " | مذلقہ | منحرفہ |
| (م) | " | " | " | " | " |

یہ تینوں حروف صفات میں ایک ہی ہیں۔ اس لیے باہمی آمیزش سے بجز اس کے کہ اوصاف نمایاں ہو جائیں اور کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ البتہ حرکاتِ زبان اور آواز میں فرق واقع ہوگا اور انحراف بھی اپنا اثر ظاہر کرے گا اس لیے توسط، استفال اور انفتاح (جو حروف کے صفات ہیں) کا لحاظ کر کے کوئی ایسا معنی جس میں انفعال کی کیفیت ہو سمجھا جا سکتا ہے لیکن جہر اور انحراف (یہ بھی حروف کی صفات ہیں) کی صفات اس انفعالی حالت کو نمایاں کرنا چاہے گی۔ اب ان صفات و امور کی بنا پر اس مادہ "ع"، "ل"، "م" کے مجموعہ لفظ کے معنی میں "نشان"، "نقش" یا "انکشاف" کا مفہوم ضرور پایا جائے گا۔

علم کے متعلق حکما میں یہ بحث بھی نہایت دلچسپ ہے کہ آیا کسی شے کے زوال کا نام علم ہے یا خارج سے کوئی شے داخل ہوتی ہے جسے علم کا نام دے دیا جاتا ہے۔ یہ بات مسلم ہے کہ علم خود متعلم کی ریاضت، محنت، جفاکشی اور شوقِ طلب کا نتیجہ ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر معلم کی تلقین اور کتابوں کی عبادت سب بےکار ہے۔ پھر ایک مرتبۂ کمال ایسا آتا ہے جب کہ نہ معلم ہوتا ہے نہ تعلیم نہ کتاب ہوتی ہے نہ متعلم۔ اس صاحبِ کمال کی ذات خود ہی کتاب ہوتی ہے، خود ہی معلم، خود ہی متعلم۔

ارباب منطق کا فیصلہ ہے کہ العلم والمعلوم متحدان بالذات و متغائران بالاداء۔ علم اور معلوم کوئی دو متغائر حقائق نہیں ایک ہی ذات کے دو نام ہیں۔ ایک اعتبار سے اسے علم کہتے ہیں اور دوسرے اعتبار سے معلوم۔ نفس ذات علم و معلوم میں تغائر نہیں ہے بلکہ مرتبۂ اعتبار میں تغائر ہے۔ پھر جب ان دونوں میں غیریت نہ رہی تو معلم اور متعلم میں کہاں غیریت رہ سکتی ہے۔ لیکن مرتبہ ادق میں شے کی حقیقت عوام پر نہیں کھلتی۔ اس کا ادراک تو خواص اور اہلِ کمال ہی کر سکتے ہیں۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ اعلیٰ اور انتہا پر عوام بھی سمجھ جاتے ہیں۔ چنانچہ یہ فلسفہ وہاں پہنچ کر بہت ہی صاف ہو جاتا ہے۔ جب کوئی صاحبِ فن اس فن کا وہ بلند مرتبہ پالیتا ہے جہاں معلم کی تعلیم اور کتاب کے نقوش سے بالاتر تعلیم و مطالعہ کا دور شروع ہو جاتا ہے جس کا نام اجتہاد و اکتشاف ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ تمام گروہ اہلِ منطق اس بات پر متفق ہیں کہ انسان قابلِ علم ہے۔ اس لیے جہل و علم کا مقابلہ ایک دوسرے سے نہیں ہے۔ اگر مقابلہ ہے تو عدمِ ملکہ سے ہے۔ یعنی جاہل وہ ہے جس کو علم نہ آتے۔ اس لیے لفظ جاہل کا اطلاق انسان کے ساتھ ہی مخصوص ہے، حیوانات، نباتات و جمادات پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ قرآن میں بھی انسان کی جو صفت بتلائی گئی ہے وہ اسی بات کے ثبوت میں ہے: وَكَانَ الْإِنْسَانُ ظَلُومًا جَهُولًا۔ حیوانات و نباتات میں تو علم کی صلاحیت ہی نہیں ہوتی۔ اس لیے کسی پتھر یا درخت کو جاہل نہیں کہیں گے۔ ہاں انسان کی یہ قابلیت و استعداد اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب کہ تعلیم و تعلم کی ریاضت و محنت اٹھائی جائے۔ اور ذہن و حافظہ کی قوتِ ماسکہ کامل ہو کر اکتسابات علمیہ کو محفوظ رکھ سکے۔

**لفظ درس کا فلسفہ**

ان تمام پُرپیچ اور ادق مسائل فلسفہ کو پیشِ نظر رکھ کر اس لفظ کی ہیئتِ ترکیبی دیکھیے جو دال، رے اور سین سے مرکب ہوا ہے۔ عربی زبان میں اس مادہ سے ایک لفظ درس ہے جس کے آخر میں تا مصدریہ زائدہ ہے۔ اس کے معنی ریاضت کے ہیں اور درس کے معنی کسی شے کا مٹانا تا زائل کرنا ہے۔ عربی میں یہ محاورہ ہے، "درس الرسوم" یعنی نشانات مٹ گئے۔ "درس المنطقة

"ادالارز" گیہوں یا چاول کوٹ کر اس کا بھس دور کر دیا۔ پڑھنے پڑھانے کے لیے بھی درس کا لفظ وضع ہوا۔ گہری نظر ڈالیے اور دیکھیے صرف تین حرفوں کی ایک ترکیبی شکل لفظ درس نے یہ بتا دیا کہ تعلیم و تعلم کے لیے لفظ درس اس لیے وضع ہوا کہ قوائے دماغیہ سے موانع زائل کیے جاتے ہیں، آثارِ جہل مٹائے جاتے ہیں اور اصل جوہرِ استعداد کو صاف ستھرا بنا کر چمکایا جاتا ہے اور یہ کیفیت ریاضت و محنت اور نفس کے رام کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

دال حرف شدیدہ ہے جس سے کلمۂ درس کی ابتدا ہوتی ہے۔ را حرف تکرار اور سین حرف منفتحہ ہے۔ حرفِ شدیدہ کے بعد حرف تکرار اور پھر حرف انفتاح کا وقوع طریقۂ تعلیم اور تحصیلِ تعلیم اور ثمرۂ تعلیم کی طرف کیسا لطیف اشارہ ہے۔ کیا اس لفظ کے وضع کرتے وقت علم کے متعلق ایسے دقیق و باریک منطقی مسائل واضع کے پیشِ نظر تھے۔ کیا وضع لفظ سے پہلے طریقۂ تعلیم کے یہ دقیق مسائل واضع کے سامنے موجود تھے؟ ان کا جواب بجز حیرت و سکتہ اور کیا ہے۔ اہلِ عرب نے اپنے ماسوا کی زبان کو اگر گنگ کہا تو بجا کہا، یہ کسی زبان کی اہانت نہیں بلکہ ایک امرِ واقعہ اور حقیقت ہے۔

## لفظ سبق کا فلسفہ

ہر روز جس قدر پڑھا جاتا ہے یا پڑھایا جاتا ہے اسے عربی میں "سبق" کہتے ہیں جس کی جمع "اسباق" ہے۔ لغت میں اس کے معنیٰ آگے نکل جانا یا غالب ہونا کے ہیں۔ قابلِ لحاظ یہ امر ہے کہ ہر روز درس کا نام سبق رکھنا بھی خبر دیتا ہے کہ حقیقتِ علم اور نکاتِ تعلیم سے عرب خوب آشنا تھے۔ اگر طالب علم روزانہ ترقی نہیں کرتا اور گزشتہ روز کی قابلیت سے آج کی قابلیت نہیں بڑھتی یا قوائے دماغیہ میں قوت پیدا نہیں ہوتی، تو حقیقت میں یہ نہ تعلیم ہے اور نہ سبق بلکہ وقت کا ضیاع ہے اور عمرِ عزیز کا رائگاں کرنا ہے۔ لفظ سبق نہ صرف اپنے معنی پر دلالت کرتا ہے بلکہ اپنے معنیٰ کی وسعت و حقیقت کا اظہار بھی کرتا ہے۔ اب یہ کہنے کی کوئی حاجت نہیں کہ لفظ معلم، متعلم، مدرس، مدرسہ، کتاب وغیرہ نہ صرف اپنے مفہوم کے ترجمان ہیں بلکہ حقیقتِ مفہوم کے مصور و صورت نگار بھی ہیں۔

اس کے ساتھ یہ بھی سمجھ لیجیے کہ "سین" حرف منفتحہ اور "با" اور "قاف" حروف شدیدہ ہیں اور سبق کی حقیقی غرض یعنی قوائے ذہنیہ کا کشود حروف منفتحہ سے مطالعہ اور اخذ و حفظ کی برداشت میں ظاہر کیا گیا ہے ۔ سبحان الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم ۔ لفظ معنیٰ کا فلسفہ بتاتا ہے اور حروف اس کا خاکہ پیش کرتے ہیں ۔ یا اللہ یہ زبان ہے یا دنیائے سحر و طلسمات ۔ وان من البیان لسحراً

اس مضمون کے لیے مندرجہ ذیل کتابوں سے مدد لی گئی ہے :

ابن رشد : باب الحرکت والسکون، کتاب السماء والعالم، ص ۴

لغت لسان العرب لفظ علم

" " لفظ سبق

" " لفظ درس

حی ابن یقظان ۔ ابن طفیل

لغت ۔ المنجد

رسالہ مبین ۔ دستور العلما

---


# پیغمبرِ انسانیت

مولانا محمد جعفر پھلواروی

سیرتِ رسولؐ پر یہ ایک قابل قدر کتاب ہے ۔ اس میں صرف واقعات درج کر دینے پر اکتفا نہیں کیا گیا ہے بلکہ یہ اس نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہے کہ زندگی کے نازک سے نازک مراحل میں آنحضرتؐ نے انسانیت اور اعلیٰ انسانی قدروں کی کس قدر محافظت فرمائی ہے ۔

صفحات ۲۲۸ قیمت ۱۲ روپے

ملنے کا پتہ : ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ ، کلب روڈ ، لاہور